© rasailojaraid.com

مولانا محمد جعفر پھلواروی

مشہور عام احادیث

ملک المحدثین محمد طاہر پٹنی گجراتی (۹۱۳ - ۹۸۶ھ) حدیث، لغت، رجال، فقہ وغیرہ میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے۔ المغنی فی اسماء الرجال اور تذکرۃ الموضوعات اور مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار وغیرہ ان کی مہارتِ فنون پر بہترین شاہد ہیں مؤخر الذکر کتاب لغتِ احادیث کے فن میں ہے جس طرح ابن اثیر (مبارک بن محمد[1] بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی شافعی ۵۴۴ - ۶۰۶ھ) کی النہایۃ فی غریب الحدیث ہے۔

مجمع البحار میں لغات احادیث ختم کرنے کے بعد کئی مفید مضامین کا اضافہ ہے۔ ان میں ایک فصل ان اقوال و افعال پر مشتمل ہے جو بطور حدیثِ نبوی مشہور ہیں حالانکہ وہ صحیح حدیث نہیں۔ یہ فصل صفحہ ۵۱۰ سے صفحہ ۵۱۸ تک کے نو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے[2] ہم یہاں بطور نمونہ چند کا ذکر کرینگے جو عام طور پر خواص و عوام کی زبان پر جاری ہیں اور انھیں حدیثِ نبوی خیال کیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ اگرچہ بعض محدثین اپنی کتب احادیث میں اسے نقل کرتے آئے ہیں۔ ہاں یہ پیشِ نظر رہے کہ ہر وہ بات جو حدیثِ نبوی نہ ہو غلط نہیں ہوتی۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک بات بالکل سو فیصد صحیح ہو لیکن وہ حدیث نہ ہو۔ علامہ پٹنی کا کہنا صرف یہ ہے کہ یہ حدیثِ نبوی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بات اگر حدیث نہیں تو وہ صحیح بات بھی ہو سکتی ہے اور غلط بات بھی۔ غلط اور صحیح بات کو پرکھنے کے اصول دوسرے ہیں جن کی بنا پر ہم کسی بات کی تصدیق یا تکذیب کر سکتے ہیں۔ یہاں اس سے بحث نہیں۔ یہاں تو صرف اسی قدر بتانا مقصود ہے کہ یہ حدیث نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ

---

[1] انہی محمد بن محمد کو اثیر بھی کہتے ہیں اور اسی نسبت کی وجہ سے مبارک کو ابن اثیر کہا جاتا ہے۔

[2] میرے سامنے اس کا جو نسخہ ہے وہ مطبع نولکشور لکھنؤ سنہ ندارد کا شائع کردہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بات فی نفسہ صحیح ہو یا غلط۔ کوئی غلط بات تو حدیثِ نبویؐ ہو ہی نہیں سکتی لیکن ہر صحیح بات کا حدیث ہونا ضروری نہیں۔ یوں سمجھیے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ پانی کا فارمولا "H_2O" ہے تو بات سو فیصد صحیح اور سچی ہے لیکن یہ کوئی حدیث تو نہیں۔ اگر کوئی اسے حدیثِ نبوی قرار دے تو بات سچی ہونے کے باوجود اسے جھوٹا کہا جائے گا کیونکہ اس نے رسولؐ کی طرف انتساب غلط کیا ہے۔ آنحضورؐ نے ایک جامع بات یوں فرمادی ہے کہ:

الکلمة الحکمة ضالة المؤمن حیثما وجدها فهو احق بها (ابن ماجه عن ابی ہریرہ۔ کتاب الزہد)

حکمت کی بات مومن کی گم شدہ دولت ہے اسے وہ جہاں بھی پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

یعنی ہر معقول بات قابلِ قبول ہے خواہ کہیں سے ملے۔ پس بات سچی اور قابلِ قبول ہونا اور بات ہے اور اس کا حدیثِ رسولؐ ہونا دوسری بات ہے۔ اس لیے علامہ طاہر پٹنی کی جو چند مثالیں ہم پیش کرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں وہ ساری باتیں غلط ہیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ حدیث نبویؐ نہیں۔ یا تو اس لیے کہ بے سند ہے یا اس لیے کہ سنداً ضعیف ہے یا اس لیے کہ موضوع ہے یا اس لیے کہ بات کسی اور کی زبان سے نکلی ہے اور اسے سمجھ لیا گیا ہے حدیثِ نبویؐ۔

بہر حال اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه ومن عرف ربه کلّ لسانه۔

(جو اپنے نفس کو پہچان لے وہ اپنے رب کو پہچان لے گا اور جو اپنے رب کو پہچان لے اس کی زبان گنگ ہو جائے گی)

اس جملے کے متعلق امام سخاوی (محمد بن عبد الرحمان ۸۳۱ - ۹۰۲) اپنی المقاصد الحسنہ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں بلکہ یحییٰ بن معاذ کا قول ہے۔

ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسے حضرت علیؓ کا قول بتایا ہے۔

۲۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم فعرفونی۔

(میں یعنی اللہ تعالیٰ ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ پھر میں نے یہ پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے ایک مخلوق کو پیدا کیا۔ پھر میں نے اسے اور اس نے مجھے پہچان لیا)

امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ یہ نہ کوئی حدیث ہے نہ اس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند ہے۔

یہ حدیث صوفیا میں بہت رائج ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳- حب الوطن من الایمان-

وطن کی محبت ایمان کا ایک حصہ ہے-

یہ بھی عام طور پر حدیث ہی مشہور ہے- لاہور سے جو "وطن" اخبار نکلتا تھا اس کے سرنامے پر یہ جملہ اس طور پر لکھا ہوتا تھا جیسے یہ بھی کوئی حدیث ہے- وطن کی محبت ایک بشری یا حیوانی سطح کی فطرت تو ہو سکتی ہے لیکن یہ کوئی دلیل ایمان نہیں- یہ محبت غیر مسلم کو بھی ہوتی ہے- ہاں میلادی وطن کی بجائے دینی وطن کی محبت ہو تو یہ ایمان کا حصہ ضرور ہو سکتی ہے-

۴- طلب العلم فریضۃ-[۱]

علم کی طلب ایک فریضہ ہے-

اس کی اسناد مہمل ہیں-

ابن ماجہ کی روایت میں اس کے بعد علی کل مسلم کا اضافہ ہے اور بعض لوگوں نے ومسلمۃ کا بھی اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے- یہ مضمون اپنی جگہ کتنا ہی کیوں صحیح ہو لیکن یہ حدیث نبوی نہیں- طلبِ علم کے لیے اور بے شمار احادیث موجود ہیں-

۵- اطلبوا العلم ولو بالصین-

علم حاصل کرو خواہ چین جا کر کیوں نہ ہو-

اس کی اسناد سب ضعیف ہیں- ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ جھوٹی حدیث ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں- سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس حدیث کو عقیلی کی "ضعفاء" ابن عدی کی "کامل" بیہقی کی "شعب الایمان" اور ابن عبدالبر کی جامع بیان العلم و فضلہ" کے حوالے سے بیان کر کے ضعیف قرار دیا ہے-

۶- لولاک لما خلقت الافلاک-

اے محمدؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو بھی نہ پیدا کرتا-

---

[۱] علامہ جلال الدین سیوطی نے "الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر" میں اس حدیث کو ابن عدی کی "کامل" اور بیہقی کی "شعب الایمان" کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح لکھا ہے- یہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے- طبرانی کی "اوسط" اور خطیب بغدادی کی تاریخ کا بھی حوالہ دیا ہے اور مع اضافات ابن ماجہ کے حوالے سے [illegible] ابن عبدالبر کی جامع بیان العلم و فضلہ کے حوالے سے بھی لکھ کر اسے ضعیف بتایا ہے-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صغانی (حسن بن محمد لاہوری ۵۷۷ - ۶۵۰) اسے موضوع حدیث بتاتے ہیں (مشارق الانوار النبویہ میں)۔

میلاد خوانوں میں یہ بطور حدیث قدسی بہت رائج ہے

۷۔ اختلاف امتی رحمۃ۔

میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

امام بیہقی نے اسو سالۃ الاشعریہ میں کسی سند کے بغیر اس کو بطور حدیث بیان کیا ہے۔

علامہ تمنا عمادیؒ کا ایک مطبوعہ رسالہ "اختلاف امت" میرے پاس موجود ہے جس میں موصوف نے لکھا ہے کہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں یہ حدیث موجود نہیں اور خود سیوطی کو بھی اس کے بے سند ہونے کا اقرار ہے۔

۸۔ ما رأہ المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

جس چیز کو اہل ایمان اچھا سمجھ لیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہو جاتی ہے۔

اس کی سند حضرت عبداللہ بن مسعود پر آ کر ختم ہو جاتی ہے جسے محدثین کی اصطلاح میں موقوف کہتے ہیں۔ حدیث کے لیے مرفوع ہونا ضروری ہے۔

۹۔ بعض فارسی زبان کے الفاظ جو آنحضورؐ کی طرف منسوب ہیں۔ وہ سب موضوع روایات ہیں مثلاً شکم درد؟ العنب دو۲ دو۲

۱۰۔ صوم عاشورہ کی فضیلتیں اور یوم عاشورہ کے متعلق یہ روایت کہ آسمان و زمین اسی دن پیدا کیے گئے یا اسی دن حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور اسی دن آپؑ کو آتش نمرود سے چھٹکارا ملا یا اسی دن فرعون غرق ہوا یا اسی دن آنحضورؐ پیدا ہوئے یا قیامت اسی دن آئے گی یہ سب کی سب موضوع ہیں۔

ذاکرین مجلس عزا اور میلاد خواں یا قصہ گو واعظین اس قسم کی روایتیں گرمیٔ محفل کے لیے بیان کیا کرتے ہیں۔

۱۱۔ من تزیا بغیر زیّہ فدمہ ھدر۔

جو کسی غیر کے بھیس میں ہو اس کا خون رائگاں یعنی ناقابل قصاص ہے۔

یہ حدیث ثابت نہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے بھائی شاہ اہل اللہ نے اپنا ایک لمبا قصہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انھیں کچھ لوگ پکڑ کر ایک عدالت میں لے گئے جہاں ایک مقطع و متدین قاضی صاحب کے سامنے ایک شخص نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ دعویٰ دائر کیا کہ اس (شاہ اہل اللہ) نے میرے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ دریافت کے بعد اس مدعی نے بتایا کہ جو سانپ انھوں نے مارا ہے وہ میرا فرزند تھا۔ اس پر قاضی صاحب نے کہا کہ: میں نے اپنے والد سے اور انھوں نے آنحضورؐ سے سنا ہے کہ: من تزیا بزی فقتل فدمہ ھدر۔ (جو کسی غیر اصلی بھیس میں ہونے کی وجہ سے مارا جائے اس کا خون ہدر یعنی رائیگاں ہوگا)۔ شاہ صاحب نے پوچھا: آخر آپ کون صاحب ہیں جنھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضورؐ سے یہ حدیث سنی؟ اس کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ ہم سب لوگ جن قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور ہماری عمریں طویل ہوتی ہیں۔ اس کے بعد خوب علمی مذاکرے رہے۔ شاہ اہل اللہ صاحب نے یہ حدیث بیان کی جسے حدیث مسلسل بالجنّ کہتے ہیں۔ یہ اپنے مضمون کے لحاظ سے سچی بات ہے۔ اگر کوئی انسان شیر کی شکل بنا کر حملہ آور ہو اور اس پر گولی چلا دی جائے تو وہ انسان کا قتل نہیں بلکہ شیر کا قتل قرار دیا جائے گا۔ اس کے باوجود اسے حدیث نبویؐ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ احادیث کی کسی کتاب میں یہ روایت موجود نہیں اور کسی ایسی روایت کو حدیث نہیں قرار دیا جا سکتا ہے جس میں شاہ اہل اللہ صاحب اور آنحضورؐ کے درمیان صرف دو واسطے ہوں۔

۱۲۔ عقل کا جس جس حدیث میں ذکر ہے وہ ثابت نہیں۔

بات خواہ کیسی ہی ٹھیک ہو اس سے بحث نہیں۔ سوال صرف یہ ہے کہ کیا وہ ٹھیک باتیں حدیث نبویؐ بھی ہیں؟۔

۱۳۔ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے بحالتِ نماز کسی سائل کو اپنی انگوٹھی اتار کر دے دی۔ یا یہ کہ انما ولیکم اللہ و رسولہ۔ حضرت علیؓ کی شان میں نازل ہوئی بالکل موضوع روایتیں ہیں۔

۱۴۔ حضرت معاویہؓ کے فضائل میں کوئی مرفوع حدیث نہیں بجز تین کے جو امام مسلم نے روایت کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ حضورؐ کے کاتب تھے۔ دوسری اللھم علمہ الکتاب (اے اللہ معاویہ کو کتاب کا علم سکھا) اور تیسری: اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً (اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا)

۱۵۔ رتن ہندی شیخ دجال ہے۔

ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ صحابی ہیں اور چھ سو سال کی عمر پائی۔ ان کا مزار بھی بھٹنڈہ میں موجود ہے۔ اسی طرح کے ایک طویل العمر صحابی کا مزار پاکپتن میں بتایا جاتا ہے جن کا نام عبد اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمبردار مکیؒ ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک ایک بزرگ تقریباً ایک ہزار سال سے کسی غار میں چھپے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ بعضوں کے نزدیک حضرت مسیحؑ اور بعضوں کے نزدیک حضرت ادریسؑ اور بعضوں کے نزدیک سید احمد بریلویؒ ابھی تک زندہ ہیں۔ رتن ہندی یا عبداللہ علمبردار مکیؒ وغیرہ کی طول العمری بھی اسی قسم کے دیومالائی اعتقادات ہیں۔

۱۶- حضرت ابو شحمہؓ بن سیدنا عمرؓ کے متعلق یہ قصہ بھی قصہ گو واعظوں کا گھڑا ہوا ہے کہ آپؓ پر امیر المومنین سیدنا عمرؓ نے زنا کی حد جاری کی تھی جس سے آپ کی وفات ہو گئی۔ اصل واقعہ صرف یہ ہے کہ حضرت ابو شحمہؓ نے مصر میں نبیذ پی جس سے نشہ آگیا۔ آپ نے خود اپنے آپ کو حد جاری کرنے کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے آپ پر حد تو جاری کی لیکن اپنے گھر کے اندر۔ جب حضرت ابو شحمہؓ سیدنا عمرؓ کے پاس آئے اور پورا قصہ بیان کیا تو امیر المومنین نے آپ پر دوبارہ (عوام کے سامنے) حد جاری کی۔ حضرت ابو شحمہؓ اس سے بیمار ہو گئے اور اسی بیماری سے وفات پا گئے۔ امام سخاوی نے یہ تفصیلات "مقاصد حسنہ" میں بتائی ہیں۔

مولانا حبیب الرحمان خاں صاحب شروانی نے اپنے ایک مطبوعہ کتابچے میں یہ واقعہ بڑی تفصیل اور موثر انداز سے لکھا ہے اور اسے مشہورِ عوام روایت کے مطابق حد زنا ہی قرار دیا ہے اور مولانا شبلی نعمانی نے اپنی الفاروق میں نہایت اختصار کے ساتھ اسے حدِ خمر لکھا ہے اور عام طور پر اہلِ علم واعظین اسے حدِ زنا ہی سمجھتے ہیں لیکن امام سخاوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعہ کچھ اور ہے۔

علامہ طاہر پٹنی نے اور بھی کئی احادیث و روایات کا ذکر کیا ہے جن کو ہم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ ہم نے صرف وہی چند روایات لی ہیں جو عام طور پر زبان زدِ خاص و عام ہیں اور حدیثِ رسولؐ خیال کی جاتی ہیں یا کوئی واقعہ غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔

بات یہ ہے کہ کسی صحابی یا تابعی کی زبان سے بھی کوئی اچھی بات نکلے تو بہت سے سننے والے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ یہ ضرور حدیثِ نبویؐ ہی ہو گی۔ اس کے بعد وہ آگے لوگوں سے بطور حدیث کے بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ وہ حدیث رسولؐ نہیں ہوتی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی صحیح حدیث سے معنوی مطابقت رکھتی ہو یا اپنی جگہ خود بڑی قیمتی بات ہو۔ لیکن عموماً اہل اسلام کا جذبہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہر اعلیٰ بات حدیث ہی میں ہونا چاہیے۔ بعض لوگ یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ کسی بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معقول بات کیوں نہ ہو لوگ اسے اس وقت تک نہیں مانتے جب تک کسی مستند شخصیت کی زبان سے نہ نکلے۔ لہٰذا وہ ایک سچی بات کو منوانے کے لیے کسی بڑی شخصیت کا حوالہ دے دینا درست سمجھتے ہیں۔ اس میں خیر کا ایک یہ پہلو تو ہے کہ ایک معقول بات کسی لمبے مباحثے کے بغیر منوا لی جاتی ہے لیکن اس میں شر کا ایک پہلو بھی ساتھ ساتھ چلتا ہے یعنی محض اپنے مطلب کی بات بھی اسی غلط انتساب سے منوا لی جاتی ہے خواہ وہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہو یا سراسر غلط۔

احادیث کے ساتھ یہ کھیل خوب کھیلا گیا۔ نیک نیت اور بدنیت دونوں قسم کے لوگوں نے صحیح یا غلط باتوں کو رسول کی طرف منسوب کیا۔ اصولیین نے اس موضوع پر خاصی مفصل گفتگوئیں کی ہیں علامہ طاہر پٹنی نے اسے اختصار کے ساتھ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۵۰۷ پر یوں سمیٹنے کی کوشش کی ہے لکھتے ہیں،

التذکرہ (فی الاحادیث الموضوعہ۔ لمحمد بن طاہر المقدسی ۴۴۸-۵۰۷) میں ہے کہ، علماء کے نزدیک ضعیف روایت میں اتنا تساہل جائز ہے کہ وعظ، قصص اور فضائل بیان کرتے وقت اس کے ضعف کو ظاہر نہ کیا جائے۔ مگر اللہ کی صفات اور حلال و حرام کے ذکر میں ایسا کرنا جائز نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امام نسائی کا مذہب یہ ہے کہ جس راوی کے ترک پر اجماع نہ ہو اس کی روایت لے لی جائے۔ اسی طرح ابوداؤد کو جب کسی باب میں کوئی صحیح روایت نہیں ملتی تو وہ ضعیف روایت کو لے لیتے ہیں اور اسے رائے پر ترجیح دیتے ہیں۔

صغانی (رضی الدین لاہوری ثم بغدادی ۵۷۷-۶۵۰) کا کہنا ہے کہ اگر یہ معلوم بھی ہو جائے کہ فلاں حدیث موضوع یا متروک ہے تو اس کو روایت کیا جا سکتا ہے لیکن وہاں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نہ کہا جائے۔

۔۔۔ "خلاصہ[1]" میں ہے کہ ۔۔۔۔۔ وضاعون یعنی حدیثیں گھڑنے والوں میں سب سے زیادہ خطرناک وہ لوگ ہیں جو بڑے زاہد سمجھے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ثواب سمجھ کر روایتیں وضع کرتے ہیں اور لوگ انھیں ثقہ بزرگ سمجھ کر ان کی وضع کردہ روایات کو قبول کر لیتے ہیں۔ بلکہ بعض بدعتی لوگ تو ترغیب و ترہیب کے لیے حدیثیں گھڑنے کو جائز بھی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ

---

[1] الخلاصہ فی اصول الحدیث لشرف الدین حسن بن محمد الطیبی المتوفی [illegible]ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معتبر اہل اسلام کے اجماعی فیصلے کے خلاف ہے۔" ابن جوزی کے حوالے سے سیوطی نقل کرتے ہیں کہ جن لوگوں کی روایت میں موضوع، جھوٹ اور الٹی سیدھی باتیں داخل ہیں وہ کئی طرح کے ہیں ایک وہ لوگ ہیں جن پر زہد کے غلبے کی وجہ سے حافظہ کمزور ہو گیا یا ان کی کتاب ضائع ہو گئی اور انھوں نے اپنے کمزور حافظے کی وجہ سے غلطیاں کیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو ثقہ تو تھے لیکن آخری عمر میں ان کی عقل جواب دے گئی۔ بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے سہواً غلط روایت کی۔ لیکن انھوں نے صحیح بات کا علم یقین حاصل ہونے کے بعد بھی محض اس لیے رجوع نہ کیا کہ لوگ ان کی غلطی کو طشت از بام کر دیں گے۔ اور بعض زندیق قسم کے لوگ ایسے بھی ہیں جو جان بوجھ کر شریعت میں فساد برپا کرنے، شکوک پیدا کرنے اور دین سے تلعب کرنے کی نیت سے جھوٹی حدیثیں وضع کرتے رہے۔ بلکہ بعض زنادقہ نے تو یہ بھی کیا کہ اپنے شیخ و استاد کی بے پرواہی سے فائدہ اٹھا کر اسی کی کتاب میں وہ حدیثیں مخلوط کر دیں جو اصل کتاب میں نہیں تھیں۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ: "زنادقہ نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں۔ چنانچہ جب عبدالکریم بن ابی العوجاد کو قتل کرنے کے لیے گرفتار کیا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں ایسی وضع کر کے پھیلا دی ہیں جن میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیا ہے [۵۱]۔"

ان وضاعین میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے مسلک کی تائید میں حدیثیں گھڑتے رہے۔ چنانچہ ایک بدعتی توبہ کرنے کے بعد یہ کہا کرتا تھا کہ: ہر حدیث کے بارے میں یہ دیکھ لیا کرو کہ تم کس سے یہ روایت لے رہے ہو۔ ہم لوگوں (زندیقوں) کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ جب ہمارا کوئی مطلب ہوتا تو اسے حدیث بنا کر پیش کر دیا کرتے تھے۔" ان وضاعوں میں ایک قسم ایسے لوگوں کی بھی ہے جو ترغیب و ترہیب کے لیے حدیثیں گھڑنا ثواب سمجھتے ہیں۔" دوسرے لفظوں میں ان کے نزدیک شریعت ناقص ہے جو ان کے ذریعے تکمیل کی محتاج ہے۔ کچھ وضاعین ایسے بھی ہیں جو اچھی باتوں کے لیے سند گھڑ لینے کو جائز سمجھتے ہیں۔ کچھ وضاع ایسے بھی ہیں جن کا مقصد سلطانی

---

۵۱ مجمع البحار ص ۵۰۸ میں لکھا ہے کہ احمد بن عبداللہ الجویباری اور محمد بن عکاشہ کرمانی اور محمد بن تمیم فاریابی نے دس ہزار سے زیادہ احادیث وضع کی ہیں۔

© rasailojaraid.com

تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ انہی وضاعون میں کچھ ایسے قصہ گو بھی ہیں جو رقت قلب اور گرمیِ محفل پیدا کرنے والی وضعی احادیث بیان کیا کرتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ پٹنی نے بہت سی ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں موضوع احادیث یکجا ہیں۔ پھر چند ان راویوں کی نشاندہی کی ہے جو سب سے بڑے وضاع ہیں۔ ہم نے اس پوری بحث کو سردست کسی دوسری صحبت کے لیے اٹھا رکھا ہے۔ "تذکرۃ مقدسی کے علاوہ احادیثِ موضوعہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً: الموضوعات الکبری[1] (ابن جوزی ۵۱۰ - ۵۹۷ھ) اللآلی[2] المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ (جلال الدین سیوطی ۸۴۹ - ۹۱۱ھ) موضوعات[3] (ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴) وغیرہ۔ لیکن یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جامعینِ کتب حدیث نے اگر کچھ احادیث موضوعہ کو صحیح سمجھ کر اپنی کتاب میں درج کر لیا ہے تو یہی غلطی ان لوگوں سے بھی ہوئی ہے جنھوں نے اپنی موضوعات[4] میں کچھ احادیث کو موضوع سمجھ کر لکھ لیا ہے حالانکہ وہ صحیح ہیں یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ ضعیف ہیں۔ موضوع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ناقدین نے امام ابن جوزی کی کتاب مذکورۂ بالا پر خاصا استدراک کیا ہے۔ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ - ۸۹۲ھ) نے الذب عن مسند احمد میں ان تمام روایات کا دفاع کیا ہے جو مسند احمد میں موجود ہیں اور ابن جوزی نے ان کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ اور ابن حجر ہی کی روش پر چلتے ہوئے سیوطی نے اپنی کتاب مذکورہ بالا میں دفاع کیا ہے اور یہ کتاب دراصل سیوطی کی اپنی کتاب النکت البدیعات علی الموضوعات کی تلخیص مع اضافات ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابن جوزی نے جن روایات کو موضوع قرار دیا ہے اور ابن حجر یا سیوطی یا ملا علی قاری نے اسے صحیح قرار دیا ہے کیا وہ واقعی صحیح ہیں؟ اس قسم کے مباحث اب بھی ہو سکتے ہیں۔ تحقیق کا دروازہ کسی دور میں بند نہیں۔

بات یہ ہے کہ احادیث کے صحت و سقم کو پرکھنے کے دو معیار ہیں۔ ایک روایت دوسرے درایت۔ روایت کا تعلق اسناد سے ہے اور درایت کا مضمون سے۔ بعض اوقات اسناد کے تمام راوی ثقہ ہوتے ہیں اور مضمون حدیث میں بھی کوئی سقم نہیں ہوتا لیکن وہ حدیث صحیح نہیں ہوتی کیونکہ اگرچہ اس کے غلط ہونے کی کوئی منطقی دلیل نہیں ہوتی مگر ہر فن کا ملکۂ راسخہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ممارست کی وجہ سے پیدا ہونے والا وجدان فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ ایسی حدیث کو محدثین کی اصطلاح میں معلّل کہتے ہیں۔ اس طریقۂ فکر کا مآخذ غالباً یہ روایت ہے جو مسند ابی یعلی اور مسند احمد میں دو راویوں - ابوحمید اور ابو اسید - سے یوں مروی ہے:

اذا سمعتم الحدیث عنی تعرفہ قلوبکم و تلین لہ اشعارکم و ابشارکم وترون انہ منکم قریب فانا اولاکم بہ - واذا سمعتم الحدیث عنی تنکرہ قلوبکم وتنفر اشعارکم و ابشارکم و ترون انہ منکم بعید فانا ابعدکم منہ -

(کسی سے میری حدیث سن کر اگر تمھارا وجدان تسلیم کرلے اور تمھارے بالوں اور کھالوں میں نرمی پیدا ہو اور تمھیں محسوس ہو کہ یہ تمھارے (ذوق سلیم سے) قریب ہے تو میں تم سب سے زیادہ اس حدیث سے قریب ہوں - اور اگر اسے سن کر تمھارا وجدان قبول نہ کرے - تمھارے بالوں اور کھالوں میں اس سے نرمی نہ پیدا ہو اور تمھیں اپنے ذوقِ سلیم سے بعید معلوم ہو تو میں تم سب کی نسبت ایسی حدیث سے زیادہ دور ہوں۔

اس روایت ہی کو موردِ جرح قرار دیا جائے تو اور بات ہے ورنہ یہ حقیقت ہے کہ ایک باذوق و باشعور دانشور کے سامنے حضورؐ کی پوری عملی زندگی، سیرت و کردار اور تعلیمات وسرگرمیِٔ عمل کا جو پورا نقشہ موجود ہوتا ہے وہ اس کی روشنی میں اکثر صحیح فیصلہ دے دیتا ہے کہ فلاں قول یا فلاں فعل کا حضورؐ کی طرف انتساب کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

یہ عین ممکن ہے کہ سند کے لحاظ سے کوئی سقم نہ نکالا جا سکے لیکن روایت کا اصل مضمون بڑی حد تک صحت و سقم کا فیصلہ کر دیتا ہے اور جس طرح ایک کیل کانٹے سے درست روایت کو ذوقِ سلیم ضعیف قرار دے سکتا ہے اسی طرح ایک ضعیف روایت کو ذوقِ سلیم عین مزاجِ نبویؐ کے مطابق پاکر اس پر صحت کا بھی حکم لگا سکتا ہے۔ اذواق چونکہ مختلف ہوتے ہیں اس لیے یہ اختلاف بھی سامنے آجاتا ہے کہ متقدم محدثین جن روایات کو صحیح سمجھ کر اپنے مجموعوں میں درج کر لیتے ہیں انھیں ابن جوزی موضوع قرار دیتے ہیں اور پھر جسے ابن جوزی موضوع سمجھتے ہیں اسے ابن حجر یا سیوطی صحیح قرار دیتے ہیں یا سیوطی کی درج کردہ احادیث پر زیادہ اعتماد نہ کرکے بعض لوگ انھیں "حاطب اللیل" بھی قرار دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ تو چلتا ہی رہے گا۔ تحقیق جستجو کی راہ کھلی رہے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احادیث تو احادیث ہیں۔ مجھے تو ایک بار اس سے بھی عظیم تر حادثے کا شکار ہونا پڑا۔ ایک صاحب نے بڑے دعوے کے ساتھ فرمایا کہ: ...... اللہ تو یہ فرماتا ہے کہ لاتتحرک ذرۃ الا باذن اللہ (اللہ کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا) ...... میں نے باادب عرض کیا کہ حضرت یہ کوئی آیت قرآنی نہیں۔ چمک کر بولے کہ: اللہ کے حکم سے نہیں تو کیا آپ کے حکم سے ذرہ حرکت میں آتا ہے؟۔ میں نے عرض کیا کہ: میں یہ نہیں کہہ رہا کہ بات غلط ہے۔ صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ آیت قرآنی نہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ جب عوام قرآنی آیت میں اس طرح کی غلطی کر سکتے ہیں تو احادیث میں ایسی بے شمار غلطیوں کا امکان تو واضح ہے اور خواص بھی اس سے مستثنٰی نہیں ورنہ موضوعاتِ احادیث پر کتابیں لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟۔ پچھلے دنوں مجھے ایک حدیث کے حوالے کی ضرورت پڑی جو عوام و خواص سب کی زبان سے سنتا رہا ہوں اور وہ ہے:

من سلک طریقی فھو الی

جو میرے طریقے پر چلے وہ میری آل ہے۔

مجھے ابھی تک تلاش کے باوجود اس کا ماخذ نہیں مل سکا۔ اگر کوئی صاحب اس کا ماخذ بتا سکیں تو میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔ یہ مضمون اپنی جگہ درست ہے اور مطابق قرآن بھی ہے۔ قرآن میں ہے، واغرقنا آل فرعون ...... (ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا) ظاہر ہے کہ فرعون لاولد تھا اسی لیے اس نے حضرت موسیٰؑ کو اپنا متبنیٰ بنایا تھا۔ لہٰذا آلِ فرعون سے وہی لوگ مراد ہیں جو فرعون کی راہ پر چلنے والے اور اس کے متبع تھے۔ اور اسی طرح کنعان کے متعلق ارشاد ہوا کہ لیس من اھلک (اے نوحؑ یہ تیری آل سے نہیں) کیونکہ یہ راہ سے ہٹ گیا ہے۔ آل اور اہل ایک ہی چیز ہے اسی لیے آل کا اسم تصغیر اُہیل آتا ہے۔

بہر حال ہمیں اس کے مضمون کی صحت سے انکار نہیں۔ لیکن سوال صرف یہ ہے کہ کیا یہ کوئی حدیثِ نبویؐ بھی ہے؟ یا دوسری امثلہ مذکورہ کی طرح اس کا شمار بھی زبان زدِ عوام حدیثوں میں ہے۔

علامہ ابن طاہر پٹنی نے، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ بعض ائمہ کے اقوال لکھے ہیں جن کو کسی حد تک قبول کیا جا سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مثلاً:

۱- حدیث کے ضعف کو ظاہر کیے بغیر مواعظ وغیرہ میں بیان کرنا۔ (ابن طاہر مقدسی)

۲- اس راوی کی حدیث بیان کرنا جس کے متروک ہونے پر اجماع نہ ہو۔ (نسائی)

۳- قوی حدیث کی عدم موجودگی میں ضعیف حدیث کو لے لینا۔ (ابوداؤد)

لیکن صغانی کی اس رائے کو قبول کرنے میں کم از کم مجھے تامل ہے کہ موضوع یا متروک حدیث کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے بغیر روایت کیا جا سکتا ہے۔ میرے تامل کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح موضوع حدیث کا عوام کے زبان زد ہو کر صحیح حدیث نبویؐ مشہور ہو جانے کا قوی امکان موجود ہے۔ ہاں صرف اس صورت میں اس کی اجازت دی جا سکتی ہے جبکہ اسی مضمون کی دوسری قوی روایت موجود ہو اور وہ اسے زبانی یاد نہ ہو اور اس کے بعد وہ اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضرور کہہ دے۔

مجھے ایسی روایات کو لینے میں بھی تامل ہوتا ہے جو قرآن سے متصادم ہوتی ہوں یا قرآن سے مطابقت پیدا کرنے میں تاویلات بعیدہ سے کام لینا پڑے[۱]۔ مثلاً قرآن نے وصیت کو فرض کہا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ لا وصیۃ لوارث وغیرہ۔ یا کسی دوسری قوی تر حدیث سے وہ متصادم ہوتی ہو۔ یا بات بالکل صحیح ہو اور قابلِ قبول بھی ہو لیکن اسے خواہ مخواہ حدیثِ رسولؐ کہہ کر پیش کیا جائے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ ہر صحیح بات حدیثِ رسولؐ ہی ہو؟ یا مزاجِ نبوی، عمومی تعلیماتِ نبوی اور نبوی سیرت و کردار کے مطابق نہ ہو۔

میں سمجھتا ہوں کہ روایتِ حدیث میں جو اتنا پھیلاؤ پیدا ہو گیا ہے وہ بلاوجہ نہیں۔ مسند احمد کی ایک روایت ہے کہ:

..... ما جاء کم عنی من خیر قلتہ او لم اقلہ فانا اقولہ وما اتاکم عنی من

---

[۱] کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً الوصیۃ للوالدین و الاقربین بالمعروف حقا علی المتقین۔ (بقرہ: ۱۸۰) خلافِ قرآن روایات پر ہم اپنی کتاب "مجمع البحرین" میں قدرے تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شر فانا لا اقول الشر۔

تمہارے پاس مجھ سے منسوب کوئی کلمہ خیر پہنچے تو خواہ میں نے کہا ہو یا نہ کہا ہو تم سمجھ لو کہ میں کلمہ خیر کہا کرتا ہوں۔ اور اگر شر کی بات پہنچے تو سمجھ لینا چاہیے کہ میں شر کی کوئی بات کہا ہی نہیں کرتا ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس ارشاد کا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ حق اور خیر کی بات خواہ کسی کی زبان سے نکلے اسے اس لیے قبول کر لو کہ یہ نبوی مزاج و تعلیم کے مطابق ہے ورنہ اسے رد کر دو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی صحیح بات کو پہلے حدیثِ نبوی مان لو اس کے بعد قبول کرو۔ یہ تقریباً ایسا ہی ارشاد ہے جیسا کہ: الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن ..... الخ میں اوپر گزر چکا ہے۔ مومن ہر حکمت کی بات کو قبول کرے گا لیکن اس کے قبول کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اسے لازماً حدیث نبوی ہی سمجھ کر قبول کرے۔ کسی بات کو قبول کرنے کے بعد بھی اس گفتگو کی گنجائش ضرور باقی رہتی ہے کہ اس کا انتساب آنحضورؐ کی طرف صحیح ہے یا یہ کسی دوسرے کا قول ہے۔

اسی بنیاد پر تو موضوعاتِ حدیث پر کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں ساری باتیں غلط نہیں۔ بہت سی باتیں تعلیماتِ اسلامی کے مطابق بھی ہیں اور قابل قبول بھی ہیں لیکن مقصد صرف اسی قدر بتانا ہے کہ ان کا انتساب حضورؐ کی طرف درست نہیں۔ خواہ یہ انتساب بالکل غلط اور موضوع ہو یا صرف ضعیف ہو۔ یہاں نفسِ مضمون کے صحیح و غلط ہونے سے بحث نہیں ہوتی۔ صرف انتساب کا صحت و سقم پیشِ نظر ہوتا ہے۔ ایسی موضوع یا ضعیف روایات میں بعض باتیں اسلام کی روح اور سیرتِ رسولؐ کے سراسر منافی بھی ہو سکتی ہیں۔ ان کے متعلق صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی نہیں کہ یہ حدیث نبویؐ نہیں یا اس کا انتساب حضورؐ کی طرف درست نہیں بلکہ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔ پیشِ نظر حدیث کے آخر میں یہی بات بتائی گئی ہے کہ "اگر کوئی شر کی بات میرے نام سے تمہارے پاس آئے تو یہ سمجھ لو کہ میں شر کی کوئی بات کہتا ہی نہیں۔" ایسے موقعوں پر جھوٹے راوی کی تلاش ایسی ہی ضروری ہے جیسی صحیح روایت اور اس کے ثقہ راوی کی جستجو۔

© rasailojaraid.com